عورت اور قرآن

از محمد حنیف

وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا [٤:١٢٤

اور جو نیک عمل کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اُن کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہونے پائے گی

اعتراف

فہم قرآن کے حوالے سے یہ انسانی کوشش ہے۔ جو سہو و خطا سے منزہ نہیں ہو سکتی۔ تفکر و تدبر دین کے ضمن میں اگر میرا نقطہ نظر درست ہے، تو یہ اس رب کریم کی بے پایاں نوازشات و عنایات کی وجہ سے ہے۔ اگر کہیں مجھ سے کوتاہی سرزد ہوئی ہے، تو یہ میرا انسانی سہو ہے۔ جسکے لیے میں اپنے رب کے حضور رحمت و مغفرت کا طالب ہوں۔ وہ یقیناً انسان کی نیتوں سے واقف ہے۔

مرد و عورت کے مقام، حدود و قیود اور عملی زندگی میں ان کے کردار کے حوالے سے ہمیشہ مباحثات ہوتے رہتے ہیں۔ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں عموماً یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مرد و عورت مساوی حیثت و مقام کے حقدار ہیں۔ لیکن اگر ہم ان کے معاشرے کا دقیق نظر سے جائزہ لیں، تو وہاں بھی عورت بہر حال مرد سے کم درجہ کی مخلوق نظر آتی ہے۔

کلب، بار، ریڈ لائٹ ایریا میں عورت مردوں کی نفسانی خواہشات کی تسکین کرتی نظر آتی ہے۔ اپنی خوبصورتی، اپنے جسم اور اپنی اداؤں سے مرد کو بہلانا ہی اس کا فریضہ ہوتا ہے۔ اس طرح باوجود تمام تر روشن خیالی کے دعوؤں کے، عورت آج بھی مردوں کے مقابلے میں دوسرے درجہ کی مخلوق کی حیثیت سے اپنی زندگی گزار رہی ہے۔ قرآن کریم نے اس تصور کو مسترد کر دیا کہ عورت مردوں کے مقابلے میں کم مرتبہ کی مالک ہے۔ قرآن کریم نے واضح طور پر بیان کیا کہ اپنے اپنے فرائض اور ان کی ادائیگی کے دائروں میں، کہیں مرد کو عورت پر فضیلت حاصل ہے، تو کہیں عورت کو مرد پر۔ اس طرح یہ دونوں مساوی مقام اور درجہ کے مالک ہیں۔

کچھ عرصہ قبل ایک دوست نے سورہ نساء کی آیت مبارکہ 11 کا حوالہ دے کر اس پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ بہر حال مردوں کو عورتوں پر واضح فوقیت حاصل ہے اس آیت مبارکہ سے انہوں نے یہ استدلال کیا کہ اللہ کریم نے وراثت کی تقسیم کے فارمولے میں بھی عورت کو مرد سے کم تر مقام دیا ہے۔

آیئے ہم کتاب اللہ سے کچھ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سب سے پہلے وہ آیت مبارکہ پیش کرتا ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِيٓ أَوۡلَٰدِكُمۡۖ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ ٱلۡأُنثَيَيۡنِۚ فَإِن كُنَّ نِسَآءٗ فَوۡقَ ٱثۡنَتَيۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا
تَرَكَۖ وَإِن كَانَتۡ وَٰحِدَةٗ فَلَهَا ٱلنِّصۡفُۚ وَلِأَبَوَيۡهِ لِكُلِّ وَٰحِدٖ مِّنۡهُمَا ٱلسُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُۥ

وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا۔۔۔4:11

اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے، پھر اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں (دو یا) دو سے زائد تو ان کے لئے اس ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے، اور اگر وہ اکیلی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے، اور مُورِث کے ماں باپ کے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ (ملے گا) بشرطیکہ مُورِث کی کوئی اولاد ہو، پھر اگر اس میت (مُورِث) کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف اس کے ماں باپ ہوں تو اس کی ماں کے لئے تہائی ہے (اور باقی سب باپ کا حصہ ہے)، پھر اگر مُورِث کے بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے (یہ تقسیم) اس وصیت (کے پورا کرنے) کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہو گی)، تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ فائدہ پہنچانے میں ان میں سے کون تمہارے قریب تر ہے، یہ (تقسیم) اللہ کی طرف سے فریضہ (یعنی مقرر) ہے، بیشک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

ترجمہ جناب طاہر القادری صاحب

ہمارے معزز دوست نے، آیت مذکورہ کے حوالے سے یہ سوال کیا کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اگر مرحوم کی صرف لڑکیاں ہوں، تو تقسیم کے مندرجہ بالا حکم کے مطابق لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا۔۔ تو اس صورت میں جو ایک تہائی بچے گا وہ کہاں جائے گا؟

اگر ایک لڑکی ہو، تو تقسیم کے مندرجہ بالا حکم کے مطابق، اسے نصف ملے گا، تو باقی جو نصف بچے گا وہ کہاں جائے گا؟

اس طرح ہمارے دوست نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی، کہ اس مقام پر قرآن خاموش ہے ۔

آیت مبارکہ مندرجہ بالا کے درست مفہوم کو سمجھنے کے لیے ہمیں پہلے اس طرز فکر، اور ذہنیت پر غور کرنا ہو گا، جو ہمارے دین سے پہلے کے ادیان، اور خصوصاً عیسائیت میں ان کے مذہبی پیشواؤں کی طرف

سے آسمانی کتب میں من مانی ترامیم کے ذریعے عین دین قرار پائیں۔ان محرف کتب کی تعلیمات کے بعض حصے ہمارے دین میں بھی جگہ پاگئے،جو اللہ کریم کا منشاء ہر گز نہ تھا۔

اس طرز فکر کے مطابق،عورت مرد کے مقابلے میں ایک کم تر درجہ کی مخلوق ہے اور دنیا میں تمام مسائل اور برائیوں کی وجہ بھی یہ ہی عورت ہے۔۔

اس عقیدہ کے مطابق،جنت سے آدم کا نکلنا،اس عورت ہی کی وجہ سے ہوا۔۔

مرد کے مقابلے میں اس کی گواہی آدھی ہوتی ہے۔۔

قتل ہو جانے کی صورت میں،اس کا قصاص بھی مرد کا نصف ہوتا ہے۔۔

اور وراثت میں بھی،اس کا حصہ مرد کا نصف ہوتا ہے۔۔اور اس کے علاوہ کئ اور نظریات۔۔

بد قسمتی سے ہمارے محترم دوست کا آیت بالا کے حوالے سے استدلال بھی اس ہی غیر قرآنی نظریہ کا اسیر ہے۔۔

آیئے ہم قرآن کریم سے ان نظریات کی سند یا عدم سند معلوم کرتے ہیں۔۔۔

قرآن کریم میں ایک بنیادی قانون بیان ہوا۔۔

فرمایا۔۔۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ ءَادَمَ وَحَمَلْنَٰهُمْ فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَفَضَّلْنَٰهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ۔ 17:70

اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی ہے اور خشکی اور دریا میں اسے سوار کیا اور ہم نے انہیں ستھری چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انہیں فضیلت عطا کی۔۔ترجمہ جناب احمد علی صاحب

آیت مذکورہ،تمام نوع انسانی،بنی آدم کی یکساں عزت اور تکریم کا اعلان کر رہی ہے۔۔اور ظاہر ہے کہ اولاد آدم میں صرف مرد ہی نہیں آتے۔عورت بھی اس ہی آدم کی اولاد ہے۔۔

البتہ واجب التکریم ہونے کے لئے دوسری جگہ قانون بیان فرمایا۔۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن ذَكَرٖ وَأُنثَىٰ وَجَعَلۡنَٰكُمۡ شُعُوبٗا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْۚ إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٞ ۔۔۔ 49:13

اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہو، بیشک اللہ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہے۔۔ ترجمہ جناب طاہر القادری صاحب

آیت مذکورہ، عورت اور مرد کی برابر حیثیت اور مقام کو واضح کر دیتی ہے۔ رنگ و نسل، قبیلہ و قوم کی تقسیم محض، ایک دوسرے کو پہچاننے کی غرض سے ہے۔ چنانچہ، کوئی بھی انسان، خواہ وہ کسی رنگ، نسل قبیلہ، قوم، یا جنس سے تعلق رکھتا ہو، دوسرے لوگوں سے کسی بھی طرح افضل نہیں ہے۔ البتہ وہ لوگ جو قانون خداوندی کے زیادہ فرمابردار ہوں گے، وہ اپنے ہم عصر لوگوں کے مقابلے میں زیادہ عزت اور تکریم کے حقدار ہوں گے۔ اس قانون کی رو سے، اللہ کی فرمابردار عورت، کسی نافرمان مرد سے ہزار گنا زیادہ تکریم اور عزت کی حقدار ہے۔۔

قرآن کریم نے متعدد مقامات پر، عورت اور مرد کے لیے ایک جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔۔

فرمایا۔۔

إِنَّ ٱلۡمُسۡلِمِينَ وَٱلۡمُسۡلِمَٰتِ وَٱلۡمُؤۡمِنِينَ وَٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ وَٱلۡقَٰنِتِينَ وَٱلۡقَٰنِتَٰتِ وَٱلصَّٰدِقِينَ وَٱلصَّٰدِقَٰتِ وَٱلصَّٰبِرِينَ وَٱلصَّٰبِرَٰتِ وَٱلۡخَٰشِعِينَ وَٱلۡخَٰشِعَٰتِ وَٱلۡمُتَصَدِّقِينَ وَٱلۡمُتَصَدِّقَٰتِ وَٱلصَّٰٓئِمِينَ وَٱلصَّٰٓئِمَٰتِ وَٱلۡحَٰفِظِينَ فُرُوجَهُمۡ وَٱلۡحَٰفِظَٰتِ وَٱلذَّٰكِرِينَ ٱللَّهَ كَثِيرٗا وَٱلذَّٰكِرَٰتِ أَعَدَّ ٱللَّهُ لَهُم مَّغۡفِرَةٗ وَأَجۡرًا عَظِيمٗا ۔۔ 33:35

بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور مومن مَرد اور مومن عورتیں، اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، اور صدق والے مرد اور صدق والی عورتیں، اور صبر والے مرد اور صبر والی عورتیں، اور عاجزی والے مرد اور عاجزی والی عورتیں، اور صدقہ و خیرات کرنے والے مرد اور صدقہ و خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ نے اِن سب کے لئے بخشِش اور عظیم اجر تیار فرما رکھا ہے۔۔

ترجمہ جناب طاہر القادری صاحب

زندگی کا کوئی ایک گوشہ ایسا نہیں ہے، جہاں قرآن نے بحیثیت ایک فرد کے عورت اور مرد میں، اس کے جنسی تفرقہ کی بناء پر کوئی، تخصیص رکھی ہو۔ البتہ کارہائے حیات کی ادائیگی کے لیے ان دونوں کے فرائض اور ذمہ داریوں کا تعین، معاشرے کی ضرورت کے مطابق طے کئے گئے ہیں۔۔۔

جب قرآن یہ فرماتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

لَقَدۡ خَلَقۡنَا ٱلۡإِنسَـٰنَ فِىٓ أَحۡسَنِ تَقۡوِيمٍ۔۔95:4

بیشک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال اور توازن والی) ساخت میں پیدا فرمایا ہے۔ ترجمہ جناب طاہر القادری صاحب

وہ خدا جس نے انسان کی بہترین، اعتدال اور توازن والی ساخت میں تخلیق کو اپنا کارنامہ بتایا ہے۔

تو کیا اس احسن تقویم میں، عورت شامل نہیں ہے؟؟

قرآن کریم نے ان باطل عقائد اور نظریات کی کھلے الفاظ میں تردید اور مذمت کی ہے، جس کی رو سے کسی بھی مقام پر، ایسا کوئی عقیدہ وضع کیا جائے، جس سے عورت کی تحقیر اور مرد کی تعظیم مقصود ہو۔

قرآن کریم نے عیسائیت کے اس باطل عقیدے کی، کہ عورت نے شیطان کے بہکاوے میں آکر، آدم کو جنت سے نکلوایا۔۔۔ پر زور الفاظ میں تردید کی ہے۔۔ اور واضح الفاظ میں بتایا کہ مرد اور عورت دونوں کو شیطان نے بہکایا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

چنانچہ فرمایا۔۔

فَأَزَلَّهُمَا ٱلشَّيۡطَٰنُ عَنۡهَا فَأَخۡرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ 2:36.

آخر کار شیطان نے ان دونوں کو اس درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹا دیا اور انہیں اُس حالت سے نکلوا کر چھوڑا، جس میں وہ تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ترجمہ جناب مودودی صاحب

عورت کی آدھی گواھی

ایک اور باطل عقیدہ کہ ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی ہو گی۔۔ اس ہی ذہنیت کا نتیجہ ہے جو عیسائیت کی عطا ہے۔۔ قرآن کریم نے واضح طور پر بیان کر دیا کہ گواہی کے سلسلے میں، تعداد مرد وزن کے لیے کوئی ایک مستقل قانون نہیں ہے، بلکہ موقع اور معاملے کی نوعیت اور نزاکت کے تحت اس کا فیصلہ ہو گا کہ گواہان کی تعداد کیا ہو گی۔۔۔

عام معاملات میں، بھی اللہ کریم نے ایک مرد کی گواہی کو قبول نہیں کیا ہے، بلکہ اس کے لیے بھی گواھان کی تعداد، دو کا حکم دیا ہے، تو کیا اس سے یہ مطلب لیا جائے کہ ایک مرد نا قابل اعتبار یا ناقص ہوتا ہے؟؟

کچھ مخصوص مقامات پر، دو افراد کی گواہی کو بھی نہیں مانا گیا ہے۔

مثلاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وَٱلَّٰتِي يَأۡتِينَ ٱلۡفَٰحِشَةَ مِن نِّسَآئِكُمۡ فَٱسۡتَشۡهِدُواْ عَلَيۡهِنَّ أَرۡبَعَةٗ مِّنكُمۡۖ فَإِن شَهِدُواْ فَأَمۡسِكُوهُنَّ فِي ٱلۡبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّىٰهُنَّ ٱلۡمَوۡتُ أَوۡ يَجۡعَلَ ٱللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلٗا ۔۔۔4:15

تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں اُن پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو، اور اگر چار آدمی گواہی دے دیں تو ان کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ اُن کے لیے کوئی راستہ نکال دے ۔۔۔ترجمہ جناب مودودی صاحب

وَٱلَّذِينَ يَرۡمُونَ ٱلۡمُحۡصَنَٰتِ ثُمَّ لَمۡ يَأۡتُواْ بِأَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ فَٱجۡلِدُوهُمۡ ثَمَٰنِينَ جَلۡدَةً وَلَا تَقۡبَلُواْ لَهُمۡ شَهَٰدَةً أَبَدًاۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡفَٰسِقُونَ ۔۔ 24:4

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں، ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو، اور وہ خود ہی فاسق ہیں ۔۔۔ترجمہ جناب مودودی صاحب

غور فرمائیں کہ معاملے کی حساسیت اور اہمیت کے پیش نظر حالات مذکورہ بالا میں، دو مردوں کی گواہی کو بھی کافی نہیں سمجھا جارہا۔۔ بلکہ چار افراد کا حکم ہے۔۔۔ لیکن اگر کوئی مرد اپنی عورت کے حوالے سے تہمت لگائے اور اس کے پاس کوئی اور گواہ نہ ہو، تو وہ اکیلا بھی چار بار قسم اٹھا کر گواہی دے سکتا ہے۔

اس کے علاوہ، قرض، طلاق، یا دیگر معاملات میں دو گواہان کا حکم ہے۔

آیات بالا اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ، گواہی کے ضمن میں، تعداد گواہان، معاملے کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہوں گی۔۔ اور یہ بھی لازم نہیں کہ یہ گواہان صرف اور صرف مرد ہی ہو سکتے ہیں۔ یا اگر مرد میسر نہ ہوں تو ایک مرد کے بجائے دو عورتیں ہوں گی۔۔

اب ہم اس مخصوص آیت مبارکہ کو پیش کرتے ہیں، جس سے عموماً، ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی کی سند پیش کی جاتی ہے۔۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔۔۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيۡنٍ إِلَىٰٓ أَجَلٖ مُّسَمّٗى فَٱكۡتُبُوهُۚ وَلۡيَكۡتُب بَّيۡنَكُمۡ كَاتِبُۢ بِٱلۡعَدۡلِۚ وَلَا يَأۡبَ كَاتِبٌ
أَن يَكۡتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ ٱللَّهُۚ فَلۡيَكۡتُبۡ وَلۡيُمۡلِلِ ٱلَّذِي عَلَيۡهِ ٱلۡحَقُّ وَلۡيَتَّقِ ٱللَّهَ رَبَّهُۥ وَلَا يَبۡخَسۡ مِنۡهُ شَيۡـٔٗاۚ فَإِن كَانَ
ٱلَّذِي عَلَيۡهِ ٱلۡحَقُّ سَفِيهًا أَوۡ ضَعِيفًا أَوۡ لَا يَسۡتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلۡيُمۡلِلۡ وَلِيُّهُۥ بِٱلۡعَدۡلِۚ وَٱسۡتَشۡهِدُواْ شَهِيدَيۡنِ مِن
رِّجَالِكُمۡۖ فَإِن لَّمۡ يَكُونَا رَجُلَيۡنِ فَرَجُلٞ وَٱمۡرَأَتَانِ مِمَّن تَرۡضَوۡنَ مِنَ ٱلشُّهَدَآءِ أَن تَضِلَّ إِحۡدَىٰهُمَا فَتُذَكِّرَ
إِحۡدَىٰهُمَا ٱلۡأُخۡرَىٰۚ وَلَا يَأۡبَ ٱلشُّهَدَآءُ إِذَا مَا دُعُواْۚ وَلَا تَسۡـَٔمُوٓاْ أَن تَكۡتُبُوهُ صَغِيرًا أَوۡ كَبِيرًا إِلَىٰٓ أَجَلِهِۦۚ ذَٰلِكُمۡ
أَقۡسَطُ عِندَ ٱللَّهِ وَأَقۡوَمُ لِلشَّهَٰدَةِ وَأَدۡنَىٰٓ أَلَّا تَرۡتَابُوٓاْ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً حَاضِرَةٗ تُدِيرُونَهَا بَيۡنَكُمۡ فَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ
جُنَاحٌ أَلَّا تَكۡتُبُوهَاۗ وَأَشۡهِدُوٓاْ إِذَا تَبَايَعۡتُمۡۚ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٞ وَلَا شَهِيدٞۚ وَإِن تَفۡعَلُواْ فَإِنَّهُۥ فُسُوقُۢ بِكُمۡۗ وَٱتَّقُواْ
ٱللَّهَۖ وَيُعَلِّمُكُمُ ٱللَّهُۗ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمٞ --2:282

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب کسی مقرر مدت کے لیے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو، تو اسے لکھ لیا کرو فریقین کے درمیان انصاف کے ساتھ ایک شخص دستاویز تحریر کرے جسے اللہ نے لکھنے پڑھنے کی قابلیت بخشی ہو، اسے لکھنے سے انکار نہ کرنا چاہیے وہ لکھے اور املاوہ شخص کرائے جس پر حق آتا ہے (یعنی قرض لینے والا)، اور اُسے اللہ، اپنے رب سے ڈرنا چاہیے کہ جو معاملہ طے ہوا ہو اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے لیکن اگر قرض لینے والا خود نادان یا ضعیف ہو، املانہ کرا سکتا ہو، تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ املا کرائے پھر اپنے مردوں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کرالو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تاکہ ایک بھول جائے، تو دوسری اسے یاد دلادے یہ گواہ ایسے لوگوں میں سے ہونے چاہییں، جن کی گواہی تمہارے درمیان مقبول ہو گواہوں کو جب گواہ بننے کے لیے کہا جائے، تو انہیں انکار نہ کرنا چاہیے معاملہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، میعاد کی تعین کے ساتھ اس کی دستاویز لکھوا لینے میں تساہل نہ کرو اللہ کے نزدیک یہ طریقہ تمہارے لیے زیادہ مبنی بر انصاف ہے، اس سے شہادت قائم ہونے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے، اور تمہارے شکوک و شبہات میں مبتلا ہونے کا امکان کم رہ جاتا ہے ہاں جو تجارتی لین دین دست بدست تم لوگ آپس میں کرتے ہو، اس کو نہ لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں، مگر تجارتی معاملے طے کرتے وقت گواہ کر لیا کرو کاتب اور گواہ کو

ستایا نہ جائے ایسا کروگے، تو گناہ کا ارتکاب کروگے اللہ کے غضب سے بچو وہ تم کو صحیح طریق عمل کی تعلیم دیتا ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے ۔۔۔۔ترجمہ جناب مودودی صاحب

آیت بالا میں، دو باتیں بہت اہم ہیں جنھیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہاں بات، مالی امور، لین دین کی ہو رہی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے معاملات، اچانک رونما نہیں ہو جاتے۔ جب ہم کسی سے مالی لین دین کرتے ہیں، تو پہلے باقاعدہ شرائط و ضوابط، طے کرتے ہیں پھر اس کے بعد معاملے کو تحریری شکل دیتے ہیں۔ چنانچہ اس حالت میں، گواہان کا انتخاب، ایمرجنسی میں نہیں ہوتا۔ کافی وقت ہوتا ہے گواھوں کا انتخاب کرنے میں۔۔ چنانچہ معاشرے کے عمومی مزاج کو مد نظر رکھتے ہوئے، کہا جا رہا ہے کہ تم دو مردوں کو گواہ بنا لو۔ اس کے علاوہ، کسی بھی مقام پر، یہ بات نہیں کہی گئی کہ گواہ لازماً مرد ہوں بلکہ ہر مقام پر یہ ہی کہا گیا ہے کہ اپنے میں سے دو گواہ، چار گواہ، لے کر آو ۔۔ اب یہ گواہ مرد بھی ہو سکتے ہیں اور عورت بھی۔۔۔

صرف اس مخصوص مقام پر، جہاں مالی لین دین ہو رہا ہے، اور یہ کوئی ایمرجنسی کی صورتحال نہیں ہے تو کہا کہ مرد گواہ منتخب کئے جائیں۔۔

صدیوں پہلے کی بات چھوڑیں، آج بھی ہم دیکھ سکتے ہیں کہ خواتین عدالتی معاملات میں عمومی طور پر، کم ہی دلچسپی رکھتی ہیں۔ چنانچہ اگر مرد گواہ میسر ہوں تو، زیادہ بہتر ہے۔۔

البتہ اگر مرد گواہ میسر نہ ہوں، تو کوئی بات نہیں ہے۔ ایک مرد اور دو عورتوں کو لے آو۔ اور اس دوسری عورت کا کام صرف اتنا ہو گا کہ اگر گواہی دینے والی عورت کچھ بھول جائے تو دوسری اسے یاد کروا دے۔

صاف سمجھ میں آرھا ہے کہ، گواہی تو ایک عورت ہی کی ہو گی۔ اگر گواہی دینے والی عورت پر اعتماد طریقے سے گواہی دے دے، اور کچھ نہ بھولے، تو دوسری عورت کا کوئی بھی کردار نہیں رہے گا۔۔۔

اب غور فرمائیں، کہ کہاں یہ طے کیا گیا ہے کہ، ایک مرد کے مقابلے میں لازماً دو عورتوں کی گواہی ہو گی ؟
مزید یہ کہ اس مالی لین دین کے علاوہ کون سی جگہ اللہ نے گواہوں کے لیے مرد کو ترجیح دی ؟؟

مالی لین دین تو پہلے سے طے شدہ ایک معاملہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی واقعہ اچانک رونما ہو جائے، مثلاً، کسی کا قتل ہو رہا ہو اور وہاں، کوئی مرد نہ ہو، بلکہ صرف دو عورتیں ہی ہوں، تو کیا ان دو عورتوں کی گواہی نہیں مانی جائے گی ؟؟

ایسی صورتحال میں، مرد کا انتظام کیسے کیا جائے گا ؟؟

کیا قاتل کو اس وقت تک اس فعل سے منع کیا جائے گا، جب تک کسی مرد کا بندوبست نہ ہو جائے ؟؟

کیا ہم اللہ کریم سے اس طرح کے، معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ، طفلانہ عمل کی توقع بھی کر سکتے ہیں ؟؟؟؟

چنانچہ یہ نظریہ بھی بلکل خلاف قرآن ہے کہ، ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی، حکم خداوندی ہے۔

اب ہم اصل سوال پر آتے ہیں۔۔ یعنی وراثت میں، عورت کا حصہ مرد سے نصف ہو گا۔۔۔ یا یہ کہ آیت مسؤلہ، میں تقسیم کس طرح ہو گی۔۔۔

اس مقام پر بھی ہمیں ایک بات سمجھ لینی چاہیے، کہ معاشرے کی مختلف ضروریات، کے مطابق، مرد اور عورت کی مختلف ذمہ داریاں ہیں۔ عمومی طور پر، گھر سے باہر کے معاملات مرد کے ذمہ ہوتے ہیں اور گھر کے اندر کے معاملات عورت کے ذمہ۔۔۔۔۔

اس تقسیم کار کے حوالے سے اللہ کریم نے فرمایا۔۔۔

ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بَعۡضَهُمۡ عَلَىٰ بَعۡضٍ۔ 4:34

مرد عورتوں پر محافظ و منتظِم ہیں اس لئے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ۔

ترجمہ جناب طاہر القادری صاحب

یعنی مرد اور عورت دونوں کو بعض معاملات میں، ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ کس مقام پر مرد کو فضیلت ہے، تو کہیں، عورت کو۔ یاد رہے کہ یہاں بات، معاشرے کے نظم و نسق کو چلانے کے حوالے سے ہو رہی ہے۔۔ مرد، معاشرے میں، عورتوں کی حفاظت اور ان کے معاملات کے انتظام کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ مرد کو عورتوں پر ایک درجہ فوقیت حاصل ہے کہ وہ اپنے یونٹ کا امیر ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ امیر کا تصور اور مقام معاملات کے نظم و نسق احسن طریقہ سے چلانے تک محدود ہوتا ہے۔ اس میں نہ تو کوئی جنسی تفاخر ہوتا ہے اور نہ ہی اس بنیاد پر کوئی تفریق۔ اس کے ساتھ ہی امیر کو مشاورت کا حکم دیا گیا ہے تاکہ کسی طرح کی من مانی نہ کی جا سکے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں عموماً مردوں ہی کو مخاطب کر کے احکامات دیے گئے ہیں۔

اب ہم اس آیت مبارکہ پر تفکر و تدبر کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جو ہمارے محترم دوست نے وراثت کے حوالے سے بطور سوال پیش کی ہے۔۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِىٓ أَوْلَـٰدِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ ٱلْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ ٱثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَٰحِدَةً فَلَهَا ٱلنِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَٰحِدٍ مِّنْهُمَا ٱلسُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُۥ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُۥ وَلَدٌ وَوَرِثَهُۥٓ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ ٱلثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُۥٓ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ ٱلسُّدُسُ ۚ مِنۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِى بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ۗ ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ ٱللَّهِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا۔۔۔4:11

اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے، پھر اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں (دو یا) دو سے زائد تو ان کے لئے اس ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے، اور اگر وہ اکیلی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے، اور مُورِث کے ماں باپ کے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ (ملے گا) بشرطیکہ مُورِث کی کوئی اولاد ہو، پھر اگر اس میت (مُورِث) کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف اس کے ماں باپ ہوں تو اس کی ماں کے لئے تہائی ہے (اور باقی سب باپ کا حصہ ہے)، پھر اگر مُورِث کے بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے (یہ تقسیم) اس وصیت (کے پورا کرنے) کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہو گی)، تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ فائدہ پہنچانے میں ان میں سے کون تمہارے قریب تر ہے، یہ (تقسیم) اللہ کی طرف سے فریضہ (یعنی مقرر) ہے، بیشک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔۔

ترجمہ جناب طاہر القادری صاحب

آیت مبارکہ کا جو ترجمہ کیا گیا ہے، اس میں وہی مشکل کار فرما ہے، جو ہمارے مترجمین سے مخصوص ہے ھمارے ان محترم مترجمین صاحبان، نے قرآن کریم کے تراجم، اپنے اپنے عقائد اور نظریات کو سامنے رکھ کر کیے۔ اب جس مترجم صاحب کے ذہن میں پہلے ہی سے، عورت کا مقام مرد کے مقابلے میں آدھا ہو، وہ بھلا کس طرح، اس باطل عقیدہ کے خلاف کوئی ترجمہ کر سکتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں، ۚ فَإِن كُنَّ نِسَآءً فَوۡقَ ٱثۡنَتَيۡنِ ۔۔ کا ترجمہ صرف لڑکیاں کیسے کر دیا گیا ہے؟؟

آیت مبارکہ میں لفظ نساء کہا گیا ہے، عربی زبان میں بالغ عورت، کو نساء کہا جاتا ہے۔ نابالغ لڑکی، کو نساء کہتے ہی نہیں ہیں۔

مزید یہ کہ "فَوۡقَ ٱثۡنَتَيۡنِ "کا مطلب، دو سے زیادہ ہوتا ہے، نہ کہ صرف لڑکیاں یا عورتیں۔۔۔

اس کا لفظی ترجمہ تو دو سے زائد عورتیں ہے۔ صرف لڑکیاں ہرگز نہیں۔۔

آیئے ہم عقل و فکر کے پیمانے پر اس آیت مبارکہ کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جب کوئی انسان مرتا ہے تو اس کے ورثا کے حوالے سے کیا ممکنات ہوں گے، اس پر غور کرتے ہیں۔۔

1۔۔ متوفی کا شریک حیات

2۔۔ متوفی کے ماں باپ، بھائی، بہن

3۔۔ متوفی کی اولاد

آیت بالا میں، اگر متوفی کی اولاد ہو، اور اس کے ماں باپ ہوں، تو ماں اور باپ دونوں کا، 6/1، حصہ ہو گا غور فرمائیں، حالانکہ باپ مرد ہے اور ماں عورت۔ لیکن دونوں، برابر کے حصے کے حقدار ہوں گے۔۔

اگر اولاد نہ ہو، اور ماں باپ ہی وارث ہوں، تو ماں کا حصہ ایک تہائی اور باپ کا حصہ دو تہائی ہو گا۔۔

اگر ماں باپ بھی ہوں، اور متوفی کے بھائی بھی ہوں، تو ماں کا حصہ، 6/1 ہو گا، اور باقی متوفی کے والد اور بھائیوں میں برابر تقسیم ہو گا۔۔

اب ہم آتے ہیں، اس کی اولاد کی جانب۔۔۔ دیکھتے ہیں کہ اس کی کیا ممکنات ہو سکتی ہیں۔۔

1۔۔ متوفی کے صرف بیٹے ہوں، کوئی بیٹی نہ ہو۔

2۔۔ متوفی کی صرف بیٹیاں ہوں، کوئی بیٹا نہ ہو

3۔۔ متوفی کے کئی بیٹے بیٹیاں ہوں۔۔

4۔۔ متوفی کا ایک بیٹا ہو، اور باقی کئی بیٹیاں ہوں۔۔

5۔۔ متوفی کا ایک بیٹا ہو، اور ایک بیٹی ہو۔۔

عدل عام کے اصول کے مطابق، اگر متوفی کے صرف بیٹے ہیں، یا صرف بیٹیاں ہیں، تو اس میں کسی طرح کی کوئی کنفیوژن ہے ہی نہیں۔۔ دونوں صورتوں میں، سب کے حصے برابر تقسیم ہو جائیں گے۔۔

اگر متوفی کے کئی بیٹے اور بیٹیاں ہوں ، تو اس صورتحال میں، آیت بالا ہمیں یہ اصول دے رہی ہے کہ متوفی کے بیٹوں کا حصہ ، بیٹیوں، سے دوگنا ہو گا۔۔ یعنی اگر بیٹے کا حصہ دس ھزار ہو گا، تو بیٹیوں کو پانچ ہزار ملے گا۔۔

اگر متوفی کا ایک بیٹا ہو، اور کئی بیٹیاں ہوں، تو اکیلے بیٹے کو ایک تہائی، ملے گا۔۔ اور دو تہائی، سب بیٹیوں میں یکساں تقسیم ہو جائے گا۔۔

اگر متوفی کا ایک ہی بیٹا ہو، اور ایک ہی بیٹی ہو، تو متوفی کی وراثت، دونوں بہن بھائیوں میں برابر تقسیم ہو جائے گی۔۔

نہات ہی واضح آیت ہے۔۔ مگر صرف ایک غیر قرآنی نظریہ، کہ لڑکی کا حصہ، لڑکے سے آدھا ہوتا ہے۔ اس آیت مبارکہ کی ایسی تاویل کی جاتی ہے جو عقل اور شعور اور شان خداوندی کے معیار پر پورا ہی نہیں اترتی۔۔

آیت بالا نہایت ہی سادہ ہے۔۔ شرط صرف اس خود ساختہ، غیر قرآنی عقیدے کو ذہن سے نکالنا ہے، کہ عورت کا حصہ مرد سے نصف ہوتا ہے۔ جیسے حالات اور اس کے تقاضے ہیں، اس ہی طرح کی تقسیم کر دی گئی ہے۔۔ آیت مبارکہ کے آخری الفاظ (تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ فائدہ پہنچانے میں ان میں سے کون تمہارے قریب تر ہے، یہ (تقسیم) اللہ کی طرف سے فریضہ (یعنی مقرر) ہے، بیشک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے) ہمیں یہ بتارہے ہیں کہ، یہ تقسیم خداوندی، اس کی بصیرت اور حکمت کے مطابق ہے، جس کا ہمیں علم ہی نہیں ہے۔۔۔

چنانچہ آیت مبارکہ کا درست مفہوم یہ ہوگا کہ "اللہ متوفی کی اولاد کی وراثت کے ضمن میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر متوفی کے کئی بیٹے اور بیٹیاں ہوں، تو بھائی کا حصہ بہن کے مقابلے میں دگنا ہوگا۔۔ اگر ایک بھائی اور کئی بہنیں ہوں، تو بھائی کو ایک تہائی اور بہنوں کو، دو تہائی ملے گا۔۔ لیکن اگر بھائی بھی ایک ہو، اور بہن بھی ایک ہو تو دونوں کو برابر حصہ ملے گا۔۔ یہ تقسیم، متوفی کے ذمہ واجبات کی ادائیگی، اور اس کی وصیت کو پورا کرنے کے بعد بچنے والی وراثت میں ہوگی۔۔۔

اس مقام پر ایک اور دلچسپ اعتراض سامنے لاتا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ اگر آیت بالا میں لفظ "نساء" کے معنی بالغ عورت ہیں تو مرحوم کی نابالغ اولاد کا کیا ہوگا۔ قرآن نے اس ضمن میں کوئی تقسیم کیوں بیان نہیں کی ہے۔

ہم جب بھی قرآن کریم سے کچھ سمجھنے کی کوشش کریں تو ہم پر لازم ہے کہ ہمارے سامنے قرآن کریم کے تمام گوشے موجود ہوں، ورنہ اس طرح کے طفلانہ اعتراضات ہوتے رہیں گے۔ قرآن کریم نے مال یتامیٰ کے حوالے سے واضح آیت نازل کی ہے۔ ارشاد فرمایا۔

وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ۖ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن يَكْبَرُوا ۚ وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا [٤:٦]

اور یتیموں کی (تربیتہً) جانچ اور آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں پھر اگر تم ان میں ہوشیاری (اور حُسنِ تدبیر) دیکھ لو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو، اور ان کے مال فضول خرچی اور جلد بازی میں (اس اندیشے سے) نہ کھاڈالو کہ وہ بڑے ہو (کر واپس لے) جائیں گے، اور جو کوئی خوشحال ہو وہ (مالِ یتیم سے) بالکل بچا رہے اور جو (خود) نادار ہو اسے (صرف) مناسب حد تک کھانا چاہئے، اور جب تم ان کے مال ان کے سپرد کرنے لگو تو ان پر گواہ بنالیا کرو، اور حساب لینے والا اللہ ہی کافی ہے، [طاہر القادری]

چنانچہ آیت بالا کی رو سے نابالغ یتامٰی کا مال، ان کی بلوغت تک، معاشرے کی نگرانی میں رہے گا۔ جیسے ہی یہ بچے بالغ ہو جائیں گے تو وہ "رجل اور نساء" کے زمرے میں شامل ہو جائیں گے۔

اللہ کریم سے دست بہ دعا ہوں کہ وہ ہمیں دین خالص کو سمجھنے، جاننے اور ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔